

# حجراتِ نبویہ



نمبر (۷) مطبوعہ ۱۶ - فیبروری ۱۹۴۲ء بروز جمعہ جلد (۲۲)

## دستور العمل خبا و نوا افشا

تہمت سنا کر اہل شہرت  
یہ صاحبِ روایات سے جو حصولِ رُوح  
دو گلیوں سے زیادہ ایک ہی شخص کا مرنے کا پانی  
ایک شخص کے نام نہات کا پانی کے اور حصولِ موت پر ایک پل  
مکت دی گئی۔ یہ تہمتیں پیش کی گئی ہیں

## ایڈیوڈیل

تمہارا دل نہ گھبرائے۔ تم خدا پر ایمان لاتے  
ہو۔ مجھ پر بھی ایمان لاؤ۔ یہ دوسرا ۱۰:۱۴  
خداوند مسیح نے یہ قسمی بخش تہمتیں عیسیٰ مسیح کے موقع  
پر سام کا کیا نہ کھانے کے بعد اپنے شاگردوں سے کہیں کہیں کہ

وہ اس میں خبری کو سن کر کہ "ایک تمہیں سے مجھے کچھ ایسا  
اور یہ کہہ کہ "میں تمہاری دیر تک تمہارے ساتھ ہوں۔ تم  
مجھے دھونڈو گے۔ اور جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آ سکتے  
نہایت مضطرب و حیران تھے۔ اس لئے خداوند نے انہیں  
تسلیم و کفر فرمایا۔ "تم خدا پر ایمان لاتے ہو۔ تجھے بھی ایمان لاؤ  
خدا پر اور اس کے بیٹے ہمارے خداوند مسیح پر ایمان لاؤ۔ ایک  
موجبِ تسلی و اطمینان کا اس پر۔ اور یہ مضطرب اور گھبرایا ہوا  
کے ذمہ کا یہی ایک تجربہ طالع پر نہ صرف خدا پر ایمان  
لانا۔ اور اس کے بیٹے خداوند مسیح کا انکار کرنا۔ ہرگز کمال  
اور نجات بخش ایمان نہیں ہو سکتا۔ خداوند مسیح کے شاگرد  
جو یہودیوں میں سے تھے کتبِ مہد متیق کے مطابق خدا پر  
ایمان رکھتے تھے۔ خود اس سے ناواقف نہ تھے۔ اور غیر اقوام  
کے لوگوں کی مانند انہیں قابلِ خدا کرنے کی ضرورت نہ تھی  
یہ صرف یہی ضرورت تھی کہ وہ جیسا خدا پر ایمان رکھتے ہیں  
وہی جیسا خداوند مسیح پر بھی ایمان رکھیں۔ یہ یہ باتیں نہایت  
غریب ہیں۔ اگر مسیح خدا نہ ہوتا۔ اور انھیں انسان ہی ہوتا  
تو ایسا کہن سرگزشت ہوتا۔ لیونکہ کسی شخص انسان کا لوگوں

سے اپنے اور یہ ایمان لانا مطلب کرنا جیسا وہ خدا پر ایمان لاتے  
ہیں۔ وہ اس کفر پر۔ یہ یونہی رسول نے اسی بارہ میں یوں لکھا کہ  
نہ کوئی مجھ کو چاہے، مگر وہ جو ایسا کرنا چاہے کہ مسیح نہیں جو  
باپ کے بیٹے کا انکار کرے وہی بخدا ایک مسیح ہے جو کوئی بیٹے کا انکار کرے  
جو سب سے بھی اس کو اسطرح نہیں کہ یہ وہ جو بیٹے کا انکار کرے  
وہ باپ سے بھی دور ہے کہ تہمتیں ۱۰:۱۴  
بعض آدمی جو عیسائی بنات ہو چکی ہیں۔ اور اپنی  
گناہ آلودہ حالت۔ اور نجات حاصل کرنے کی ضرورت سے بھی  
کسی قدر واقف ہو گئے ہیں۔ مگر گناہ کھلی سنی نہ سب نے  
کر کے بتسما لینے۔ اور مسیح کے سبب ان کا خداوند قرار کرنے  
کی تہمت و جرات نہیں رکھتے۔ کیونکہ ایسا کرنے کے لئے انہیں  
ذاتِ باری۔ اور خدائی مقامات وغیرہ کے خیالات دیکھنے میں  
اپنے دلوں کو یوں تہمتیں دینے ہوتے ہیں کہ اگر خدا پر ایمان نہ ایمان  
رکھیں۔ اور مسیح کو اگر وہی خدا ہی اپنے دل میں تجاہت نہ ہوتا  
جائے تو انھیں ایمان نہیں تو یہ ہیں جو ہم ضرورت تہمتیں نہایت  
راہِ جہنم کے ایک قسم مشن سکول نے جو عمومی فرقہ فیر غلام سے  
تھا اور میں سے بھی واقف تھا۔ ایک روز اس نے منگو چین



پہلی ہی برقرار رہیگی۔ لیکن اگر اپنی ضرورت اور فضیلت کے لئے خاص باتیں پیش کرے جو اس سے پہلی میں نہ ہوں۔ اور جن کا جانا اور ماننا اہل نبی آدم کے لئے ضروری ہو۔ تب تو اس کی شتافرض ہوگا۔

اب معلوم کرو کہ کیا قرآن ایسی کتاب ہے؟ اس اصل کی ایک بات کو تو وہ البتہ پورا کرنا ہی یعنی اہل الہامی کتاب کی تصدیق کرنا ہے۔ یہ بات تو قرآن کے ہر ایک پڑھنے والے پر روشن ہے۔ اور جو کہ خیر ہو وہ میسر صاحب کی کتاب "شہادت قرآنی علیٰ کتاب ربانی" پڑھیں۔ انہوں نے قرآن کو کمر سائے کہیں جس میں ذبیحہ سو مواضع پیش کئے گئے ہیں جن میں قرآن اہل کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ تفسیر کے طور پر ایک دو جلد اس موقع پر پیش کرتا ہوں۔ سورہ آمدہ آیت ۴۷ - رُفِعَ وَآؤلُنَا الْبَیْکَ الْکُتُبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ يَدَیْهِ مِنَ الْکِتَابِ وَمُهِّمًا عَلَیْهِ۔ یعنی انہوں نے ہم نے تیری حرف کتاب ساتھ حق کے سچا کر لی ہوئی کتاب کو جو اس کے پہلے ہو اور اسکی محافظہ۔ پھر سورہ احقاف آیت ۱۲ - اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی ہے۔ اور بتانے والی اور مہر بہ کتاب ہے۔ اسکو سختی کرنی ہوئی زبان میں۔ یاد رہے کہ اس میں تصدیق سے تو قرآن کو کچھ نہ کہ نہیں ہے۔

پھر دوسرے جزی اس اصول کا۔ کہ ویسے ہی بیان یا شارع آپ بھی فرما دے۔ اگرچہ قرآن کی بات محمد صاحب کہتے ہیں۔ کہ "کچھ بات بنائی ہوئی نہیں۔ لیکن یونانی اس کلام کے جو اس سے پہلے ہے" سورہ یوسف آخری آیت - اور پھر یہ کہ راہ ڈال دے تگورین میں وہی جو کہہ دی تھی نوح کو۔ اور جو حکم بھی ہم نے تیری طرف - اور جو کہ ہم نے براہیم کو۔ اور موسیٰ کو۔ اور عیسیٰ کو۔ یہ کہہ کہ قائم رکھو دین۔ اور یحیٰو نہ ڈالو اس میں"۔ سورہ شوریٰ آیت ۱۱ - اور پھر یہ کہ پوچھ دیکھ جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے

کدی ہم نے رکھے ہیں رحمان کے سوائے اور حکم کہ پوچھے جاویں؟ سورہ زخارف رکوع ۲ - آیت ۴۴ - تفسیر بھی کئی تعلیمات اور کئی بیانات میں اہل کتابوں کے برخلاف کہا ہے۔ اور یوں اس موافقت کے دعویٰ کو خود ہی ضابطہ کیا ہے۔ پراگراف مخالف بیانات سے طرح دیکھے تصدیق اور موافقت ہی مانی جاوے۔ تو بھی اس اصول کی مد سے قرآن کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ وہ پہلی شرح پر افضل نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ خود زائل ٹھہرتا ہے۔ یاد رہے کہ محمد صاحب نے ان باتوں کو۔ یعنی تصدیق اور موافقت کو قرآن کے لئے دلیل میں کیا تھا۔ مگر اس دلیل کا کسی زمانہ میں کچھ اثر نہیں ہوا۔ نہ محمد صاحب کے زمانہ میں اور نہ اس زمانہ میں۔ البتہ بعض اہل کتاب نے ان باتوں کو سچ مانا تھا۔ جو توریت - یا تہذیب کے موافق تھیں۔ مگر یہ کہ کوئی دلیل اس بات کے لئے کافی نہ تھی کسی تھی۔ کہ محمد صاحب الہام سے کہتے تھے۔ اس پر اس نے ان باتوں میں یسے ہیں۔ کہ وہ بیان جو اہل کتابوں کے مطابق ہیں۔ وہ سچے ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ ہم سارے قرآن کو الہامی کلام مانیں۔ پھر تیسرے فقرہ اس اصول کا کہ اپنی ضرورت اور فضیلت کے لئے خاص باتیں بتلاوے۔ جو اس سے پہلی میں نہ ہوں اور جن کا جانا۔ اور ماننا اہل نبی آدم کے لئے ضروری ہو۔ سو اس اصول کے دوسرے جزو کی تفسیر کی رو سے تو قرآن کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کہ اپنی ضرورت اور فضیلت کو پیش کرے۔ پھر بھی بعض باتیں قرآن میں ہیں جو خاص اور افضل کہی جاویں۔ اور جو اہل کتابوں میں نہیں ہیں۔ وہ کونسی باتیں ہیں؟ وہ قوم عرب کے دستور۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں کی حدیثوں کے قہقے۔ اور محمد صاحب کی اپنی زندگی کے متعلق خاص باتیں ہیں جنکی پیروی کی دنیا کو بالکل حاجت نہیں۔ اور نہ جتنے سے فائدہ ہے کہ کیا کہ ان قصوں میں سے بہت نامہ ہیں۔

یاد بات نہیں۔ اور سنگ اسود کی تعلیم کی کل دنیا کو کیا ضرورت ہے؟ اس میں تو کوئی ذاتی فضیلت مثل گنگا جھل کے بھی نہیں ہے۔ (محمدی ناظرین مجھے یہہ یاد نہ دلا دیں کہ قرآن کی خاص افضل بات تعلیم توحید ہے۔ کیونکہ یہہ ان باتوں میں سے ایک بات تھی جن میں قرآن اپنے تئیں اہل کتابوں کے موافق تقسیم دینے والا کہتا ہے۔ اور ان کے مقابل میں اس کو اپنی کوئی خاص افضل بات نہیں کہا، سچ کی بابت جو کچھ قرآن میں لکھا گیا ہے۔ وہ شنیدہ باتیں ہیں۔ جو عیسائیوں کی جعلی کتابوں کی بنا پر رائج تھیں۔ ان باتوں کا ذکر بعض فرقوں میں تھا۔ جو عرب میں تھے۔ خاصہ کہ یہ بات کہ مریم۔ اور اس کے بیٹے عیسیٰ کو اور خدا کو تین خدا ماننا۔ اور مسیح کے لوگوں کے معجزے۔ محمد صاب نے ان باتوں کی بابت اصل انجیل سے تحقیق نہ کیا۔ اور اپنے برخلاف بیان کئے ہیں۔ لیکن انجیل میں کہیں مریم کو خدا نہیں کہا گیا ہے۔ زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو عدم ضرورت قرآن اور یہودیوں اور اہلین احمدیہ نہ جائے۔ غور ہے کہ جس حال میں قرآن اپنے تئیں کسی دینی امر میں اہل کتابوں سے افضل نہیں کہتا۔ لیکن صرف موافق کہتا ہے۔ تو کسی شاعر۔ یا صوفی کی کیا مثال ہے کہ قرآن کو اس کے مرتبہ سے بڑھ کر بیان کرے۔ ایسا کرنا اہل کتابوں کی دیدہ دانستہ قومیں کرنا۔ اور خدا تعالیٰ کی دائم و قائم شریعت کے برخلاف زبان و لاری کرنا ہے۔ قرآن نہ تو اپنی نسبتی فضیلت ظاہر کرتا ہے۔ اور نہ ذاتی فضیلت کا اظہار کرتا ہے۔ جیسا ہم نے معلوم کیا۔ کہ انجیل توریت کے مقابل میں تھی ہے۔

باقی آئندہ



## قدیم اور جدید ہندوستان

اعظم ہرین اشمنس جو کہ یہہ دنیا جس پر کہ ہم آباد ہیں اپنی تمام روافق سمیت ہمیشہ ایک طور پر نہیں رہتی۔ بلکہ انقلاب پذیر ہر وقت کے گزرنے کے ساتھ ہر ایک شے کی حالت ہر جگہ ہر اور اپنی صورت کو اپن کر ایک زمانہ میں کئی صورتیں چلا کر جاتا ہے۔ مثلاً کدو بالکل بھائی نہیں جاتی جو نہ بہت بدلی نظام موجودات کے تینوں بڑے حصوں کی تقریباً تمام ہشیار و ذوق مونی جو حیوانات۔ نباتات۔ اور جمادات سب میں تبدیلیاں دیکھنے میں آتی ہیں، وجود انسانی کو دیکھ لو۔ اس پر کتنی حالتیں دیکھیں۔ وقت بدلتی ہے۔ وہ یکے کے ساتھ کیسا جوتا ہے جوانی میں کیسا۔ اور آخر کار بڑھاپے میں کیسا ہو جاتا ہے؟ جس کہیں میں دیکھا ہو اس کو جوانی میں شکل سے پہچان لو گے۔ اور بڑھاپے میں اسی میں شکل سے۔ ایسا ہی حیوانوں میں۔ اور ایسا ہی نباتات میں بھی نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ پتھر وغیرہ وحاشیں بھی صورت بدلتی رہتی ہیں۔ ایسی طرح ہر زمانہ حکومتیں۔ ملک۔ شہر۔ قصبہ۔ اور گائوں اور گھر سب صورتیں بدلتے بدلتے کچھ سے کچھ بن جاتے ہیں۔ اگر ہم اپنے ملک ہندوستان اور پنجاب کی صورت اور حالت کو دیکھیں۔ اور قدیم اور حال سے مقابلہ کریں۔ تو آسمان اور زمین کا فرق۔ اور ہمارے تہذیبیاء نظر آتی ہیں۔ خاص خاص باتوں کی بڑی بڑی تبدیلیاں جو اس ملک میں ہوئی ہیں قابل غور ہیں۔

۱۔ اولاً۔ حکومت کی تبدیلی۔ تاریخ سے ہندوستان کے پڑنے والے حالات کا ذکر نہ ہو۔ اور ان کا مقابلہ اب اس حکومت کے ساتھ نہ کرو۔ تو دیکھو گے کہ کیا کچھ تبدیلی

واقع ہوئی ہے۔ پہلے جاؤ اس ملک کے باشندہ ملی تھے۔ لیکن اب دور دورہ ملکوں سے مسندروں کو عبور کر کے ایک چھوٹے سے ملک کے بہادر اور دانا لوگ۔ جن کی حکومت چھوٹی سی تھی۔ اپنی تعلیم سے اس ملک کے مالک ہو گئے ہیں۔ قوانین مالی و ملکی۔ اور نظام حکومت۔ اور عدل و انصاف جو قدیم وقتوں میں اہل ہندو کی حکومت اور اہل اسلام کی سلطنت کے زمانوں میں اس ملک میں مرقع تھے۔ ان کا مقابلہ آج کل کے قانون اور نظام سے کرو۔ تو معلوم ہو گا کہ بہت کچھ فرق ان باتوں میں ہو جائے۔ اہل ہندو کی حکومت میں یہہ حال تھا۔ کہ آریوں نے اصلی باشندگان ملک کو داس بیس۔ راکشاش۔ یا پشچاس (جن کے معنی بڑے لوگوں کے ہیں) ناموں سے پکارا۔ اور ظلم سے ان کو مارا۔ اور سب کو مار ڈالا۔ اور بہت قسم کے ظلم اور جبر و وار کئے۔ اگر ہو سکے کہ اس وقت کا ایک باشندہ زندہ ہو کر آج اگر اس موجودہ حکومت کو دیکھے۔ تو کیا وہ اس ملک کو حکومت کے لحاظ سے کوئی نیا ملک نہ سمجھ کر کہیں کہ اب وہ دیکھ کر کہ اب مختلف اقوام مل جل کر اس ملک میں باہم بود و باش کرتی ہیں۔ اہل اسلام کی سلطنت میں ہندو کو بڑے ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ اور جبر سے کلمہ پڑھایا جاتا تھا۔ جس نے محمود غزنوی کے عہد کے گشت خون کی خوفناک حالت کو دیکھا ہے۔ آج اس کو یہہ ملک دکھلاؤ۔ تو کیا وہ ایسے امن و نعمتوں کے میل جول کو۔ اور لوگوں کو اپنے مختلف عقاید کے مطابق آزادی کے ساتھ عبادت اور پرستش کرتے دیکھ کر کہیں کہ وہ کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ اور وہ یہہ دیکھ کر حیران ہو گا کہ ہندو خوشی سے نکلے جاتے۔ اور پوجا کرتے۔ اور مسلمان خوشی سے اذان دیتے۔ اور عیسائی گرجے کا گھنٹا بجاتے۔ اور بلاروک ٹوک عبادت کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور کسی قسم کی لڑائی جھڑائی یا فساد نظر نہیں آتے۔ تو کیا وہ جہان نہ ہو گا؟

اور دیسیوں کے بجائے وہ انگریزوں کو حکومت کرتے ہوئے دیکھ کر ان کی شکل سے خوش ہو گا۔ اور ان کا طریق حکومت اس کو ہر صورت سے حیرانی میں نہ ڈالے گا؟ ضرور وہ حیران ہو گا اور اس ملک کو کوئی دوسرا ملک سمجھ کر؟

ثانیاً مذہبی تبدیلی۔ ہندوستان کا قدیم مذہب آریا۔ یا ہندو تھا۔ بعد اس کے بدھ مت نے ہمارے دخل پایا۔ پھر مسلمان مذہب نے اور پھر دین عیسوی ہمارے پھیلا۔ اور اب تو ہر قسمی فرقوں کا شمار دور تک پہنچا ہے۔ پھر جری۔ برہمن۔ دیودھری وغیرہ نئے نئے مذاہب روز بروز نکلتے آتے ہیں۔ اگر قدیم زمانہ کا آریا آج کل اس ملک کو مذہبی لحاظ سے دیکھے۔ اور ہندوؤں کو سامان اور عیسائی مڑتے اور برہمن اور دیودھری کو ہم جیسے دیکھے۔ تو کیا وہ اس کو مذہبی تبدیلی نہ سمجھ کر؟ اور آریہ مذہب کا ہندو آج کل کے ہندوؤں کی حالت دیکھے۔ چھوٹے وغیرہ کے معاملہ میں بالکل بدلی ہوئی ہے۔ تو کیا وہ آج کل کے ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ کھانے پینے کا کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ آج کل کے ہندوؤں کو ہندو نہ کہے گا۔ شاید ان کا کوئی دوسرا نام رکھے گا۔ یہہ بڑی بھاری تبدیلی نہیں؟

ثالثاً۔ پیشکش کی تبدیلی۔ زمانہ وچاپ کے باشندوں کی پوشاک بڑی سادہ اور سلیک تھی۔ جیسے کرتا۔ پاجامہ۔ انگوٹھا۔ اور جوڑا اور کپڑے۔ گول ٹوپی۔ لیکن اب حال میں دیکھو کہ پوشش کا کیسے بدلہ ہوئے۔ نئے قسم کے کوٹ۔ ڈبل بریس۔ اور کوٹ دھڑو وغیرہ اس ملک کے لوگوں کی عام پوشاک ہوئی جاتی ہے۔ اور پڑنے لباس کو ترک کرتے اور جفافت کی نظر سے بچتے ہیں۔ اور اگر کوئی اس عین کے کپڑے پہنے تو اس کو گنہگار نام سے پکارتے ہیں۔

سوامی نے کپڑوں کے جو سیدھے سادے تھے

اور کسی قسم کا کچرا عوام الناس کو پہلے اس ملک میں تیسرے نہ آتا تھا۔ لیکن اب تو غیر ملکیوں کا کثیر اس ملک میں آنا اور تجارت خراج موتا ہے۔ دیکھو کہ بزاروں کی دکانوں میں صدمہ قسم کے کپڑے اور گونا گون کم کی چھٹیں اور گرم اور سرد ہزار ہا قسم کے خوبصورت اور مضبوط کپڑے دیکھنے میں آتے ہیں۔ پٹھینے اور نیم کے کپڑے جو بادشاہوں کو بہ شکل ملنے تھے اب عام زمیندار لوگ پہنتے ہیں۔ نہ نام کے وقت ہر ایک بڑے شہر میں بجلی پر روشنی کا حال دیکھو تو کیسا عجیب معلوم ہوتا ہے جو قسم قسم کے لباس پہنے ہوئے لوگ خوشی کے نغمے سیر کرتے۔ اور خوش نامعلوم ہوتے ہیں۔ پوشاک کی یہ خوبصورتی اور رونق شاید کسی زمانہ میں اس ملک کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ جو کپڑے پہلے خواب میں ہی نہ دیکھے تھے آج لوگوں کو فلیں قیمت پر آسانی مل سکتے ہیں۔ اور بعض لوگ خوبصورت پوشاکیں پہن کر جامہ میں بھولے نہیں ساتے۔ لباس و پوشاک کی حقیقت میں آج ایک عجیب کیفیت نظر آتی ہے۔ پچھلے وقتوں کے لباس کا اب کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت بے حد تبدیلی نظر آتی ہے۔ کہاں وہ سادے ڈھیلے اور بد صورت کپڑے اور کہاں تنگ جست اور خوبصورت کوٹ پٹنوں؟

رابعاً۔ عمارت کی تبدیلی۔ اس لحاظ سے اس ملک میں عجیب تبدیلی ہوئی ہے۔ اور جوتی جاتی ہے۔ قسم قسم کی خوبصورت اور عالیشان عمارتیں جو اب جاہل قحطانی ہیں اس ملک میں نام کو نہ تھیں۔ روز بروز نہایت خوبصورت نمونے اور نقشے کے مکانات بنتے چلے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ کپڑے بھی عالیشان عمارتیں بن گئی ہیں مثلاً بڑے بڑے شفاخانے مدرسے۔ اور کالج۔ اور کھڑیوں کے مکانات۔ اور بڑے امیر ساہوکاروں۔ اور دکانداروں اور نیز ملازموں نے بھی اکثر بڑے عمدہ مکانات بنائے ہیں۔ میں جن سے شہروں کی خوبصورتی بڑھ گئی ہے۔ پرانی طرز

کے مکانات کو لوگ پسند نہیں کرتے۔ جو میوں وغیرہ کا نمونہ تو اٹھنا جاتا۔ اور اُنکے بجائے کوٹھڑیوں کا نقشہ جا بجا نظر آتا ہے۔ قریب کے بازار۔ چوک اور شریکس۔ بازاروں میں دو مندرے مندرے اور چار مندرے مکانات۔ شہروں میں عالیشان خوبصورت اور نفیس کوٹھیاں دیکھو تو طبیعت کو خوش نامعلوم ہوتی ہے۔ بھلا پہلے ایسے مکانات کون بنا تھا؟ اب تو معمولی امیر لوگ ایسی عمدہ اور خوبصورت عمارتیں بناتے ہیں جو شاید لگے بادشاہوں کے محلوں کے کہیں بڑھکر ہیں۔ یہ بھی بڑی بھاری تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

خامساً۔ سماں سفر اور بار بار دور کی تبدیلی۔ قدیم وقتوں میں مسافرت کیلئے گھر سے نکلتا گویا خاندان سے حیمہ کے لئے الوداع کی کرکھ جانا ہوتا تھا۔ کیونکہ طرات اور تکلیفات سفر کے باعث مسافر شکل سے بے خبرت گھر میں واپس آتے تھے۔ ورنہ اکثر توراہ ہی میں موت کا نغمہ بن جاتے تھے۔ مال اس باب کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا نہایت ہی مشکل تھا۔ اس لئے ایک ملک کی چیز دوسرے ملک میں نہیں جاسکتی تھی۔ سواری نہایت کم۔ اور تکلیف دہ۔ اور زیادہ خرچ والی تھیں۔ کہ سود و سود کو اس کا سفر کرنا ایک ہمہ عظیم تھی۔ جس کے لئے ایک عرصہ درکار تھا۔ اور ساتھ ہی رستے اور شریکس خراب۔ اور پرخطر تھیں۔ سواری رتھ۔ بہلی۔ یکہ و گڈہ وغیرہ تھے۔ اور رستے خام ہونے کے سبب بہت تھوڑی مسافرت مل جاتی تھی۔ چوروں اور لٹیروں کا براخوف و خطرہ تھا۔ لیکن اب دیکھو کہ کیسی عمدہ سواری ریل کی موجودگی جس کی شکل کوئی دوسری آرام و سائش کی سواری دنیا میں نہیں۔ تھوڑا سا خرچ۔ اور آرام زیادہ اور فیل وقت میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا۔ بعد ایسی نادر و آرام کی سواری کچھ لوگوں نے کہاں دیکھی ہے

ان کے تو خیال و خواب میں بھی یہ نہ تھی۔ اگر ان کو ریل کا کوئی باشندہ اب ریل کی سواری کو آکر دیکھے۔ تو کیا وہ بالکل حیران اور تعجب نہ رہ جائیگا۔ اور ان کو فوراً دیوتا سمجھا کر سجدہ کرنے اور پوجنے لگ جائیگا۔ اور اس کے نام کا رخنہ کو ایک طلسمات کا کا رخنہ نہ سمجھیک؟ اور ریل گاڑی کو غیر گھوڑے سے بل وغیرہ کے ہزار ہا آدمیوں اور مال و اسباب کثیر کو ایک دم لے جاتے ہوئے دیکھ کر حیرت زدہ نہ جائیگا؟

سادساً۔ خدو و پیغام پھپھانے بند و بست میں تبدیلی۔ قدیم وقتوں میں دور دراز سفر کرنا بڑا مشکل تھا۔ اس لئے ایک ملک سے دوسرے ملک میں۔ بلکہ اپنے ہی ملک میں شادو نادر کوئی سیر کرتا تھا۔ اور اگر کسی کو کوئی غیر و پیغام پہنچانا ہوتا تھا۔ تو بذریعہ آدمی کے جو پیدل یا گھوڑے پر جاتا تھا۔ جوتا تھا۔ لیکن اب جس گاؤں۔ یا شہر سے جس ملک کے حصے میں چاہو صرف آدھ آنہ میں خبر پہنچاؤ اور دیگر ممالک میں بھی ایک تھوڑے سے محصور۔ سے خبر پہنچاؤ۔ اور اگر نہایت ضروری خبر بھی ہو تو بذریعہ تار کے چند منٹوں میں یہ کام ہو سکتا ہے۔ سادہ تار کے ذریعہ سے غیر ملکیوں کی خبریں۔ روز اس ملک کو آجایا کرتی ہیں۔ گھر بیٹھے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ کھانا ملک میں یہ حال ہو رہا ہے۔ بھلا یہ آرام اور بہتیت جو آج اس ملک کو حاصل ہے۔ بیشتر کمی خیال و خواب میں بھی نہ آیا تھا؟ جو کام ہونے کی طور سے پہلے وقتوں میں ناممکن سا اور دشوار تھا۔ اب کیسی آسانی سے ہوتا ہے۔ جو ہزار ہا آدمیوں میں نہ ہو سکتا تھا اب ملکوں میں کر لو۔ اور بہت عمدہ۔ اور جلدی بھی کیا یہ بڑی تبدیلی نہیں؟

باقی آئندہ واقعہ لاہری جیل سنگد از مقام کھنہ منہ لودیانہ



کے حکم عیسائی ہوں۔ ٹھک کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ امید ہے کہ یہ چند الفاظ بعضوں کے لئے مفید ہوں گے۔ خاصکڑن کے لئے جو پس پیش کی حالت میں ہیں۔ امید ہے کہ کسی ہفتہ اسپر ایک لمبا مضمون لکھوں گا۔

رافت

جی۔ پٹر ایل

## وقفہ کا اور رتبہ

### خطابوں کا خط

بمعظم اخبار عام نے عنوان بالا سے ایک نہایت خوبصورت اور صحیح بیان لکھا ہے کہ :-

ہندوستان اور انگلستان میں کس قدر فرق ہے؟ یہاں مختلف جموں بڑے خطاب حاصل کرنے کے لئے لوگ چھٹ پٹاتے ہیں۔ انگریزوں کو دعوتیں دیتے ہیں۔ جوہلی کے جلسے مناتے ہیں۔ یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ انگریزی دعوتوں کے لئے چندے دیتے ہیں۔ انگریزی فنڈوں کے لئے روپیہ جمع کرتے ہیں۔ ذیلیاں بہم پہنچاتے ہیں۔ حکام کو سواپیاں دیتے ہیں۔ ان کو تسکین کھلاتے ہیں۔ ان کی خوشامد درآمد بحیثیت پوجا نڈر رانہ پیش کرتے ہیں۔ خاکپائے اور ”حصوہ کے زرخیز غلام“ بننے سے خطاب تو دور رہا مہرے اور آئری عہدہ حاصل کرنے کے لئے ڈر۔ خاک چھانتے ہیں اور ہر روز حصوہ کے سلام کو حاضر ہوتے ہیں اور غلام اور تابعدار بن آتے ہیں۔ اور محض بڑا لفظ ہی سے خطاب حاصل کرتے ہیں۔ کونسا؟ رائے بہادر۔ خان بہادر! واہ۔ واہ کیا بہادری ہے۔ اور کیا بہادری کے ساتھ خطاب حاصل کیا گیا ہے؟ اور ہر

ہندوستان کا تو یہ حال ہے اور ادھر تک ذرا ولایت کی طرف نظر دوڑائیے۔ وہاں کیا ہے؟ اگرچہ خطا باطلے سینا (خط)، وہاں بھی کئی ایک لوگوں میں پایا جاتا ہے جو اعلیٰ سوسائٹی کی جاٹ حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ ہتھ پیر مارتے ہیں۔ لیکن ایسے بھی لوگ وہاں ہیں کہ جو خطا بول کی نہ فقط بالکل پرواہ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ خود بخود اگر حاصل ہوتا دیکھتے ہیں تو انکار کر دیتے ہیں۔ ایک صاحب سسر گلیڈسٹون صاحب موجودہ وزیر اعظم انگلستان ہی کو دیکھئے کہ ساٹھ برس سے پارلیمنٹ میں شام میں ٹھک کی دو خدمات بجالا چکے ہیں کہ دنیا میں عیش کرتی ہے سیکرٹری صاحبزادوں کو اپنے دوران حکومت میں اعلیٰ خطاب عطا کیا ہے۔ اب انہوں نے خود آج تک سسر کے مشر بنے ہیں۔ اب انہوں نے خطابوں کے پیچھے مر رہے ہیں ذرا بتا دیں کہ اس سے سسر گلیڈسٹون کا کیا ٹھٹ گیا ہے؟ بارہا حضور نے فیضیہ نے خود ان کو خطاب عطا کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ لیکن انہوں نے منظور نہ فرمایا کہ میں ہم لوگوں میں سے ہوں۔ عام لوگوں کا ویس ہوں۔ عام رعایا کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ پس میں خود عام لوگوں میں رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایسے خطاب سے معاف رکھا جاوے کہ جو مجھ کو عام۔ عایا کی گرد سے نکال کر خاص لوگوں میں لجا دینے انگلستان میں ایسی بہت سی مثالیں دستیاب ہوتی ہیں کہ جہاں ملک دوست لوگوں نے خطاب لینے سے انکار کر دیا ہے۔ ابھی تازہ خبر ہے آئی ہے کہ وہاں کی ایل اکیڈمی کے مشر جی ایف دایس صاحب کو خطاب پر پیش ہو کر اعلیٰ ترین درجہ کا خطاب دیا گیا تھا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ ہمارا اس کہنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ولایت یا ہند میں جن لوگوں کو خطاب ملتا ہے یا جو لوگ اسکو حاصل کرتے ہیں وہ سب ہی نالائق یا خوشامدی ہیں۔ ایسے بھی بہت سے اصحاب ہونگے کہ جنکو خطاب

دیا جانا اس خطاب کی عزت ہے۔ لیکن ہندوستان میں زیادہ تر لوگ ایسے نہیں ہیں۔ یہاں خطاب یا کسی آئری عہدہ کا لیسل یا پٹہ کسی نام کے ساتھ لگا ہوتا ہے ایسے فیصدی نوے آدمیوں کی نسبت تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسی ملکی خیر خواہی کے کام میں بڑا ہل سے بھی بدتر ہیں۔ انہیں مدد لینا یا مشورہ لینا ہی فضول ہے۔ بلکہ نقصان مند ہے کہ حاکموں کے پاس جا کر وہ جوابی جاسوسی کریں گے۔ اور اگر کوئی سرکاری عہدہ دار ان کی خوشامد کا کام ہے تو یہ خطاب دار یا آئری عہدہ دار لوگ لمبے لمبے چنے چنے اور داہمی موجوں کو تاؤ دینے برابر لین کی پٹن حاضر ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کام ہو کہ جس میں کسی عہدہ دار کی رائے کی عایا کے فائدہ کے لئے مخالفت کرنی ہو تو بڑے بڑے تہذیب میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خطاب دار آدمی غار در جو اس کام میں حصہ لیکر اپنی بہادری دکھاوے واہ رہے ہمارے بہادرو۔ اور آئری مجسٹریٹ اور آئری کشنور اور درباری رئیس! خدا کرے کہ تم سچے بہادرو۔ اور خطابی بہادری کو بھی کچھ بہادری کے ساتھ حاصل کرو۔ بہتر ہے کہ خالی پٹہ یا بلا بہادری کا چارے پاس نہ ہو جو خوشامد سے حاصل کیا گیا ہے۔ لیکن رعایا اور سرکار کی خدمت کرنے میں تم سچے بہادرو۔ تب رعایا اور سرکار دونوں تمہاری قدر کریں گے۔ ورنہ اس صورت میں عایا بھی جانتی ہے کہ تم کیا ہو گویا ملکی خدمات کے لئے مردوں سے بدتر ہو، اور سرکاری حکام بھی جانتے ہیں کہ تم کیا ہو لینے ان کی مال پر ناپنے والے خاست۔ اپنے خاستے ہو جنکو کچھ اجرت نہیں دینی پڑتی اور جب ان کو ضرورت ہو ان بھی سبائی مورتوں کو بلا کر انکا ناچ جسکو چاہتے ہیں دیکھتے ہیں !! \*

## نتیجہ مبالغت

برامیں کا بنجانے کی بالکل اجازت نہیں جس کا نتیجہ یہ ہو رہا کہ مدارس سے جو ہزاروں لاکھ کو جانا ہوا اس میں کوئی نہ کوئی ضرور ایسے مسافر ہوتے ہیں۔ کہ جن کے پاس اس کی بخوشی بہت مقدار معنی ہوتی ہے۔ عموماً لوگ اسکول کے مینوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں قریباً ۲۰ سو لاکھ ہوتے ہیں جنکی قیمت مدارس میں صرف ۲۰ روپیہ ہوتی ہے۔ رنگون میں اس کی قیمت ۴۰ روپیہ ہے۔ گو اسکی فروخت ناجائز ہے تاہم وہاں کثرت سے کچھ ہوتا ہے۔

## بندش افیون

برائے لوگوں کو اسوقت تک افیون خرید کر نہ لیتے کہ جو جنگ دہائی امریکا میں پیش کریں کہ انکا نام افیون خواروں کے جسم میں دھج ہے۔ نام جسٹریکٹ کے واسطے کوئی فیس نہیں لگاتی اور ٹکٹ ٹول گورنٹ سے ملتا ہے جس سے بہت لوگ اپنا نام دھج جسٹریکٹ کے معترض ہیں۔ رنگون میں چینوں۔ ہندوؤں۔ اور مالائی برائے دھیموں کی چھوٹی آبادی ہے۔ اور ان کے واسطے ایسے ٹکٹوں کا حاصل کرنا لازمی نہیں وہ برائے کثیر التعداد لوگوں کو اپنے نام جسٹریکٹ سے باز رکھتے ہیں۔ اور ان کو افیون خفیہ خرید دیا کرتے ہیں۔ لوگوں کے نام جسٹریکٹ کرانے کی یہ وجہ ہے کہ وہ کسی ٹکٹس کے عامہ کئے جانے سے ڈرتے ہیں۔ شاید انکا یہ خیال صحیح ہو مگر ان کو کیا دیکھا جائے کہ ٹکٹس افیون خواروں کی ذات پر نہیں لگایا جائے گا۔

## ایک مفقود انجیر مسافر

دلی ڈاک نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ ڈاک بنگلہ سے

ایک یوپی مسافر دفعتاً غائب ہو گیا ہے۔ یہ شخص دس روز سے وہاں مقیم تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں فوج کا پیش یا فتنہ سپاہی ہوں۔ ایک دن ڈاک بنگلہ کی گاڑی میں سوار ہو کر یہ کہہ گیا کہ میں اپنی پیش لینے جاتا ہوں۔ کوچمین کا بیان ہے کہ یہ بڑے سیشن کے پاس گاڑی سے اتر گیا تھا۔ اور کہنے لگا کہ میں پیدل واپس چلاؤں گا تب سے واپس نہیں آیا اور نہ تین روز سے اسکا کہیں پتہ ملا ہے۔ ڈاک بنگلہ میں لکھی کا ایک مقرر صندوق چھوڑ گیا ہے۔ جو اب تک کھولا نہیں گیا۔

## پچانسی

ضلع جہلم کا ایک قزاق ابراہیم نام جسکی نسبت ایک مسافر کو ہلاک کر کے اس کے اونٹ پر سوار ہو چکا الزام عائد کیا گیا تھا اور وہ اسکی یادداشت میں پچانسی کی سڑک پر ہوا۔ یہ تاریخ کو ستر سال قبل جہلم میں پچانسی دیا گیا۔

## ایک بڑا بھاری ہیرا

جنوبی افریقہ سے ایک بڑا بھاری ہیرا مینک آف انگلیٹڈ میں لایا گیا۔ اس کے مقابلہ میں کوہ نور بھی بے حقیقت ہے اس سے بڑا ہیرا دنیا میں نادر ہے۔ اسکا نام اکسڈ ہے۔ یہ ہیرا نہایت صاف شفاف بے لگ اور جرم ہے۔ اس کی قیمت بڑے بڑے جہریوں نے ایک ملین پونڈ یعنی قریب ڈیڑھ کروڑ روپیہ کے ڈالی ہے جب یہہ کان سے برآمد ہوا تو پہتا سخت احتیاط سے ساحل پہنچایا گیا۔ اسکو صندوق میں بند کر کے مہر میں لگائیں اور گاڑی میں رکھا۔ اور ۱۶ فروری کا ایک سکواڈرن اسکو کالج حفاظت کیپ ٹون میں لایا۔ وہاں سے جنگی آگ بوتھ میں رکھ کر ٹان لائے۔ یہہ تین پانچ بلندہ اور قریب تین پانچ جوتا ہے۔ ۱۴ قیراط وزن ہے یعنی قریب سات اونس وزن ہے۔ اس کا رنگ سفید ہے اور آسمانی رنگ کی جھلک دیتا ہے۔ منہ

## سہا زپور کی افسوسناک خبر

مہریدار کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ:۔ ڈپٹی احوط علی خان جو سہا زپور میں اعلیٰ درجہ کے ڈپٹی کلکٹر نہایت نصف مزاج اور مہریدار عزیز شخص تھے جنکی عمر تھی ۶۰ برس کی ہوگی ۲۶ جنوری کو اجلاس کر کے آئے اور جب معمول بات کا لکھا لکھا کر سو رہے ۲۷ کی صبح کو جب ملازم جگانے گیا تو قالب بچان یا یا البتہ بستر اور لحاف پر پڑے پڑے ہوئی تھی ملازم یہ کیفیت دیکھ کر گھبرائے۔ پولیس میں خبر ہوئی مجسٹریٹ کو اطلاع دی گئی مجسٹریٹ نے حالت مشتبہ سمجھ کر ڈاکٹر سی شکاف کا حکم دیا چند دیگر حکام اور روساء شہر نے ملینان دلایا اور سفارش کی کہ تم سب کو اس اتفاق کا یقین ہے کسی امر کا اشتباہ نہیں کرنا چاہیے تاہم حال شکاف دیا گیا ڈاکٹر نے کہا کہ بیشک قلب کی ایک بیماری میں مبتلا ہو کر انتقال کیا ۲۷ تاریخ کو اسی کشائش میں مجسٹریٹ نے پڑے ہوئے اور ۲۷ تاریخ کو کبھی باعث انتظار وراثت کے جنازہ نہ اٹھ سکا آخر ۲۸ جنوری کو دفن کئے گئے۔

نور افشاں ان لوگوں کو جو خواب غفلت میں بہر موت سے بے فکر گناہ میں زندگی بسر کرتے اور لکھتے ہیں کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں گے اس خبر سے غمت اور نصیحت حاصل کرنا چاہئے۔

## چین کی عجیب رسمیں

بعض ملکوں میں خاص رسمیں ہوتی ہیں جو انہی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں اور جنکو دوسرے ملکوں کے لوگ بہت سی حیرت اور استعجاب سے دیکھتے ہیں جن میں بعض رسم دروہج بہت عجیب و غریب ہیں جنکو نہ صرف ہندوستان کے لوگ بلکہ دنیا بھر کے لوگ نہ الا خیال کریں گے یہہ ایک تازہ واقعہ ہے کہ وہاں کے کلاہ شاہی کے طبیب لوگ شہنشاہ کی ایک بیماری کی درست تشخیص نہ کر سکے



اُن پر فرض نہیں ہے کہ اُن اخباروں کے قواعدا کو دیکھیں

مصری وزارت میں جیل بچنے والی جر۔  
خدیو صاحب ناراض ہیں۔ وجہ ناراضی کی یہ ہے  
کہ دزائے اس موقع پر ان کو انگریزوں کے خلاف لہا  
نہ جی نتیجہ دیکھنے کیا ہو +

بھٹی سے چار ہزار کی چاندی بذریعہ  
پارسل ملتان کو روانہ ہوئی تھی۔ جو فیروز پور اور راجہ کوٹ  
سیشنز کے درمیان گم ہو گئی۔ تحقیقات جاری  
ہے۔ +

احمد آباد میں ایک بے رحم باپ نے اپنی  
دو سالہ لڑکی کو آگ میں جلا کر مارا تھا۔ اس کو شہر  
نے سزائے موت دی تھی۔ اور یہی سزا ہائیکورٹ  
بھی میں بحال رہی +

موضع سو پانچ پونامی ایک عجیب خت  
ہو جس کی جڑ کی چال کو پانی میں جوش دیکر پینے سے  
دست جاری۔ اور اوپکی شاخوں کی چھال کو آبال  
کرنے سے بند ہو جاتے ہیں +

جام نگر کی ریاست نے اپنی فکروں میں حکم جاری  
کیا ہو کہ اخراجات ش۔ سی سی کی جادو سے اور ان قوم  
پر عمل کیا جائے جو مجلس ہا باریاں کاٹھیا واسٹہ جیو تو  
میں شادی کے اخراجات کے لئے بھدرا ت پونہ کل  
یہ بحث منفرہ کئے ہیں +

آگرہ کے منصف مقام جگنیر میں ایک دھقان  
نے توپن ان کا ایک گولہ پڑا پاکر پتھر سے توڑا جا ہا گولہ  
پھٹ گیا۔ وہ دھقان اور دو آدمی فوراً اس کے صدمہ  
سے مر گئے۔ اور تین سخت مجروح ہو گئے +

کلکتہ میں ایک پریشین نے خانگی تنازعہ  
پر اپنی بیوی کو پستول سے ہلاک کیا۔ اور بعد ازاں خود  
کشی کا ارادہ کیا لیکن ناکام رہا +

دانا پور کے مسلمانوں نے ایک عام

اس غرض سے کیا کہ ایک سرکولر جو گورنٹ بنگال نے  
کاؤکشی کی نسبت جاری کیا ہو مسلمانوں کے حق میں  
درست نہیں اس لئے ایک موریل بھیجا جائے +

رنگون میں حضور غیر سبز کا ایک عالیشان  
بت رکھا جائیگا۔ جس کے لئے چند ہزار ہو رہا ہے۔ ایک گنم  
صاحب نے اس کام کے لئے اٹھارہ ہزار روپیہ دیا ہے +

خبر ہے کہ ناسک میں ہندو مسلمانوں میں  
خونخوار فساد ہوا جامع مسجد جلادی گئی۔ اور کئی سز  
سمار کر دیئے گئے۔ اس فساد کی وجہ سے بھٹی میں  
جوش خلاف امن پھر پھیل رہا ہے۔ زائد سپاہ بیرونجات  
سے منگوائی گئی ہے +

ریاست بھوپال کے موجودہ انتظام کے  
برخلاف جو منٹ شائع ہوا تھا وزیر اعظم کی تحقیقات  
سے الزامات غلط ثابت ہوئے۔ بیگم صاحبہ نے وزیر اعظم  
کے حسن انتظام کی تعریف کی +

ریوان کے مہاراجہ صاحب کو سرکرا سٹیٹ  
یہ بحث گورنر جنرل نے دربار عام فرما کر اختیارات محکمہ  
خاص ڈسٹرکٹ عطا فرمائی اور سرداروں کو حکومت  
عنایت ہوئے +

سعد اللہ خان کو جنرل اعظم الیخاں  
کے قتل کی یاداش میں مراد آباد میں پھانسی دی  
گئی۔ سعد اللہ خان نے آخر وقت تک بیان کیا کہ وہ  
محض بے قصور ہیں +

بقول ہندوستانی سعد اللہ خان کا میٹا  
جس کی شادی کے موقع پر جنرل اعظم الیخاں قتل ہوئے  
تھے۔ اپنے باپ کی پھانسی کی کیفیت دیکھ کر بالکل مہو گیا  
ہو۔ تہہ تہہ کے نزدیک یہ مہم تعین طلب ہے +

خبر مرہ انومان میں ایک غریبی نے چیف  
کشنر کو سفور ڈ صاحب پر چہری سے قاتلانہ حملہ کیا

سربراہ شانون پر کئی جسم لگائے اور انکلیاں کاٹ  
ڈالیں۔ قاتل پکڑا گیا +

لاہور میں بخشی جی رام صاحب کی چیف  
کورٹ کا چھوٹا بھائی زہر کھا کر مر گیا۔ اور ایک خط اس  
مضمون کا لکھ گیا کہ چونکہ میں زیادہ زندہ رہ کر اپنی مع  
کو زیادہ گناہوں کا شکار بنانا نہیں چاہتا اس لئے  
خودکشی کرنا ہوں +

گجرات پنجاب۔ فضل الدین سابق سب  
پولیس نے خودکشی کر کے اپنی جان کو منال کیا۔  
کیونکہ سکی عدالت نے محکمہ منصفی سے حق مہر کی لڑکی  
کرائی تھی اسلئے اس سے ماہر تھا +

گڈاری تحصیل جہم میں ایک شخص نے طبع ہو  
ایک زمیندار کے لڑکے کو جھل میں بے جا قتل کر ڈالا +  
دانت بھی تلاش کرتے ہوئے پہنچ گئے اور قاتل کو موقع  
پر پکڑ لیا +

گجرات پنجاب۔ ایک عورت اپنے وارثوں  
سے مایاں ہو کر کنوئیں میں گر پڑی مگر زندہ نکالی گئی۔ پوسر  
نے چالان عدالت کیا۔ جہاں سے پچاس روپیہ جان  
کی سزا یاب ہوئی +

کہتے ہیں کہ ہندوستان میں کوئی نیامیکر  
لگا نہ مقرب لازم آویگا۔ جس کی خاص وجہ انگریزوں  
کو ہندو یادوں کا سواضہ دینا ہے۔ اس میں ایک کرڈ  
روپیہ سے زائد خرچ ہوگا +

میرٹھہ کی خبر ہے کہ ۴ فروری کی شب  
کولال رتی میں محبوب خاں سب انسپٹر و عمر بیگ  
مہیند کشتل نے گشت میں چوروں کو گھیر لیا کہ وہ  
دونوں کو مضروب کر کے صاف نکل گئے +



